चरखा™
CHARKHA
DEVELOPMENT COMMUNICATION NETWORK

سہ ماہی

دیہی آواز

جولائی۔ ستمبر ۲۰۱۱ء

قیمت ۵ روپے

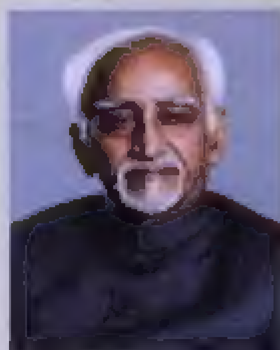
ایڈیٹر
محمد انیس الرحمن خان
ڈیزائن
سنجے مشرا

موضوعات | صفحہ

خط وکتابت کا پتہ

چرخہ ڈیولپمنٹ کمیونی کیشن نیٹ ورک
ڈی۔ 1947 پالم وہار
گڑگاؤں، پن کوڈ 122017 ہریانہ
فون/فیکس نمبر۔ +19-124-4079082
ای میل۔ charkha@bol.net.in
ویب سائٹ۔ www.charkha.org

زرسالانہ صرف ۲۰ روپے



सत्यमेव जयते
उप-राष्ट्रपति भारत
VICE-PRESIDENT OF INDIA

پیغام

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ معروف تنظیم "چرخہ" نے اردو نیوز لیٹر کی اشاعت شروع کی ہے۔ تنظیم گزشتہ کئی سالوں سے ملک کے دور دراز علاقوں میں مختلف خدمات انجام دے رہی ہے جو قابل قدر ہے۔

امید کرتا ہوں کہ تنظیم عوام کی پریشانیوں کو سامنے لاکر پالیسی میکرز کو متوجہ کرے گی اور اپنے اس نیک کام کو آگے بھی جاری رکھے گی۔

اس موقع پر میں تنظیم کے عہدیداران واراکین کو مبارکباد دیتا ہوں اور نیوز لیٹر کی اشاعت کی کامیابی کے لئے نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

(محمد حامد انصاری)

نئی دھلی۔
مورخہ ۱۰/اگست ۲۰۱۱ء

चरखा™
CHARKHA
DEVELOPMENT COMMUNICATION NETWORK

تاثرات

چرخہ کے اردو نیوز لیٹر کا پہلا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔جس کا بنیادی مقصد اردو کے نو آموز قلم کاروں کو سماجی اور ترقیاتی مسائل پر لکھنے کے لئے ایک پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے، کیونکہ اردو ایک خالص ہندوستانی زبان ہے، ہندوستان میں ثقافتی اور لسانی رنگارنگی کا جوتانا بانا ہے یہ زبان اس کی ایک خوبصورت علامت ہے۔ یہ زبان ملک میں شمولیت کے فلسفے کے متعلق ہماری جو امنگیں اور آرزوئیں ہیں ان کی ترجمان ہے، اس نئی کوشش سے ڈھیر ساری توقعات وابستہ ہیں۔

میں چرخہ اردو فیچر کے ایڈیٹر محمد انیس الرحمن خان کو اس کوشش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، اس نیوز لیٹر کی تکمیل میں فنی معاملات میں بنجے مشرا، منیجر آئی ٹی اینڈ ایڈمنسٹریشن کا تعاون بھی قابل تحسین ہے۔

شنکر گھوش

صدر چرخہ

اداریہ

ہندوستان میں اردو شعروادب کے اچھے اور معیاری رسائل کی اردو زبان میں اچھی خاصی تعداد میں معیاری کتب اور رسائل و جرائد وافر مقدار میں موجود ہیں، لیکن عوام کے عام اور بنیادی سماجی، معاشی مسائل اور ترقیاتی موضوعات پر مبنی جرائد کی تعداد افسوس ناک حد تک کم ہے جب کہ ملک کے طول و عرض میں پھیلا ہوا ایک بڑا طبقہ اسی زبان میں اپنی بات کہتا، پڑھتا اور سنتا ہے، کئی ایک ملکی اور علاقائی اخبارات ہیں جو کسی نہ کسی سطح پر نکل رہے ہیں ان کا سرکولیشن بہت زیادہ نہیں ہے مگر عوام کے مسائل کو صاحب اقتدار تک پہنچانے کا کام تو ضرور انجام دے رہے ہیں۔ اردو اخبارات کے بارے میں عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ان میں عام آدمی کی زندگی اور ان کے حقیقی مسائل کے بجائے جذباتی مضامین زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر یہ بات سچ ہے تو اس کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے کیوں کہ اگر زمینی سطح پر اردو خواں آبادی کو بیدار کرنا ہے تو اس کے لئے اردو کے اخبارات میں ایسے مواد اور مضامین پیش کرنے ہوں گے جن کے ذریعے ان کی فکری تربیت ہو، ان کو اپنے سماجی اور اقتصادی مسائل کا علم ہو ان کو یہ بھی معلوم ہو کہ حکومت ان کے لئے کیا پالیسیاں وضع کرتی ہے اور ان کے نفاذ میں کیا کیا رکاوٹیں پیش آتی ہیں نیز ان کو دور کرنے کے کیا طریقے ہیں۔ بدقسمتی سے اردو داں طبقے کو اس کے بارے میں کم ہی معلومات ہوتی ہیں۔

چرخہ اردو فیچر سروس کی شروعات 12 اکتوبر 2005 میں درج بالا مقاصد کے حصول کے لئے ہوئی اور تب سے اب تک یہ فیچر سروس اردو اخبارات و رسائل کے ذریعہ عام لوگوں کے مسائل کو اردو زبان میں پیش کرنے کا کام کر رہی ہے اور اب تک مختلف ترقیاتی موضوعات پر سینکڑوں مضامین ملک کے موقر اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ کوشش اسی منصوبے کی توسیع ہے تاکہ ہمارے جن شرکاء کے مضامین اخبارات میں جگہ نہیں پاتے ہیں ان کو اس میں شائع کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ وہ مستقبل میں اچھے قلم کار بن سکیں اور اپنے مسائل کو اس زبان کے ذریعے ایوان اقتدار تک پہنچا سکیں۔

محمد انیس الرحمن خان

ورکشاپ برائے فروغ صلاحیت تحریر

دہلی میں واقع چرخہ ڈیولپمنٹ کمیونی کیشن نیٹ ورک ایک ایسی غیر سرکاری تنظیم ہے جو دہلی میں ہوتے ہوئے ہندوستان کے دیہی علاقوں میں حاشیہ نشینوں کے درمیان ان کی تحریری صلاحیتوں کو فروغ دینے کا کام اپنے ابتدائی دنوں سے آج تک مسلسل کر رہی ہے۔ تاکہ انہیں اپنے مسائل مضامین کی شکل میں لکھنے کا فن سکھایا جا سکے اور اخبارات و رسائل کے ذریعہ ان کی ان کی آواز صاحب اقتدار تک پہنچ سکے۔ دوسری طرف پالیسی میکروں کے ذریعہ بنائی گئی ان دیہی باشندوں کے لئے اسکیموں کو وال میگزین کے ذریعہ ان تک پہنچانے کا بھی ہنر سکھایا جاتا ہے، تاکہ حکومت کی اسکیموں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جا سکے۔



نومبر 2010 میں چھتیس گڑھ کے نکسل متاثرہ ضلع کانکیر کے بلاک بھانو پرتاپ پور میں ورکشاپ کا ایک منظر۔



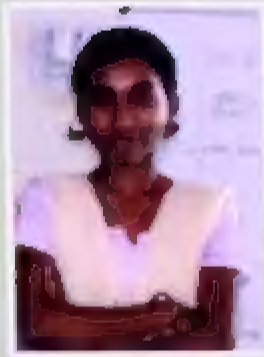
مارچ 2011 میں کشمیر کے سرحدی اور ملیٹنسی سے متاثرہ ضلع کپواڑہ میں شرکا ورکشاپ کے دوران وال میگزین تیار کرتے ہوئے۔



بہار کے مظفرپور میں واقع موراول بلاک میں اکتوبر 2010 منعقد کئے گئے ورکشاپ میں ایک وال میگزین دیکھتے ہوئے لوگ۔

آدیواسی علاقوں میں بچوں نے اٹھائے قابل تعریف قدم

نندنی مانک پوری، چھتیس گڑھ



موجودہ وقت میں ماحولیاتی آلودگی عالمی سطح پر کسی درندے کی مانند ہمارے سامنے منہ کھولے کھڑی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آن واحد میں ہی پوری دنیا کو چٹ کر جائے گی۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ماحولیاتی آلودگی کے سبب ہی آج کئی علاقوں میں زلزلہ، آتش فشاں، خشک سالی، سیلاب، بیماریاں، فصلوں کا خراب ہونا اور اسی جیسی بے شمار قدرتی آفات کا ہم آئے دن مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح جنگلات کی مستقل کٹائی سے انسانوں کے علاوہ جنگلی زندگیوں کا خاتمہ ہو رہا ہے اور کئی نایاب نسلیں ختم ہونے کے دہانے پر جا چکی ہیں۔ لیکن اس دنیا میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں جس کا حل ممکن نہ ہو، بس مسئلے کے حل کے لئے ہر شخص کو حساس ہونے کی ضرورت ہے۔

چھتیس گڑھ کے ضلع کنکور کے تحت کچھ گاؤں میں اسکولی بچوں پر مشتمل گرین کمانڈو ٹیم ویریندر کی قیادت میں ماحولیات سے متعلق مہم چلا رہی ہے۔ اس مہم کے دوران پلاسٹک جیسی مہلک شئے کو جلایا جا رہا ہے۔ گاؤں کے تالاب، کنویں، بورنگ جیسے آبی ذخائر کے آس پاس بھی صفائی کا پورا خیال رکھا جا رہا ہے اپنے اس کام میں بچے پوری لگن اور محنت کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں حالانکہ یہ بچے عمر کے لحاظ سے کافی چھوٹے ہیں۔ لیکن ان میں حوصلے کی کوئی کمی نہیں ہے۔ یہ بچے اپنے مخصوص گانوں اور نکڑ ناٹکوں کی مدد سے لوگوں کو ماحولیاتی آلودگی اور اس سے ہونے والے نقصانات کے بارے میں آگاہ کر رہے ہیں اس کے علاوہ سماج میں نشہ آور چیزوں کے استعمال سے پیدا ہونے والی برائیوں سے متعلق یہ بچے گھر گھر جا کر لوگوں کو آگاہ کرتے ہوئے ماحولیاتی آلودگی کو ختم کرنے میں مدد دینے کی گزارش کر رہے ہیں۔ گرین کمانڈو ویریندر نے اس طرح کی مہمات کئی جگہوں پر شروع کی ہیں۔ انہوں نے ہندوستان کے علاوہ دنیا بھر کے دوسرے ممالک میں بھی اس طرح کی مہم چلائی ہے۔ یہ بچے روزانہ 20 کلومیٹر کی مسافت طے کر کے گاؤں میں پہنچتے ہیں اور سائیکل پر گھوم گھوم کر ماحولیاتی آلودگی روکنے سے متعلق سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں، آج کچھ کی کمین ماحولیاتی آلودگی کے تئیں بیدار ہیں۔ یہ بچے صرف ایک کچھ گاؤں میں ہی نہیں بلکہ بڑے کوڑا، نیکا ڈوڑھا جیسے آس پاس کے دیہاتوں میں بھی جا کر آلودگی کی روک تھام کرنے کے لئے مختلف قسم کی پروگرام کر رہے ہیں۔

آلودگی نے انسانیت کے وجود پر ایک سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ اس مسئلہ کو



روکنے کے لئے کئی قومی اور بین الاقوامی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ہمارے ملک میں جنگلات کے تحفظ کے لئے کئی ادارے اور قوانین ہیں۔ اس کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر بھی جنگلات اور ان میں موجود زندگیوں کی بقا کے لئے کوششیں کی جا رہی ہیں ادارے قائم کئے جا رہے ہیں۔ تعلیمی انتظامیہ کے ذریعے اسکولوں اور کالجوں میں آلودگی اور ماحولیات کو نصاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود ماحولیاتی آلودگی آج تمام ذی روحوں کے لئے ایک سنگین مسئلہ بن کر ابھرا ہے۔ اتنے سارے منصوبوں اور کوششوں کے باوجود آخر کیا سبب ہے کہ یہ مسئلہ حل نہیں ہو پا رہا ہے؟ کیا ہمیں اس کے اسباب جاننے اور حساس ہونے کی ضرورت نہیں؟ اور کیا ہمیں اس طرف مناسب اقدامات کرنے کی کوئی پہل نہیں کرنا چاہئے۔؟ (چرخہ فیچرس)

یہ بچے اپنے مخصوص گانوں اور نکڑ ناٹکوں کی مدد سے لوگوں کو ماحولیاتی آلودگی اور اس سے ہونے والے نقصانات کے بارے میں آگاہ کر رہے ہیں اس کے علاوہ سماج میں نشہ آور چیزوں کے استعمال سے پیدا ہونے والی برائیوں سے متعلق یہ بچے گھر گھر جا کر لوگوں کو آگاہ کرتے ہوئے ماحولیاتی آلودگی کو ختم کرنے میں مدد دینے کی گزارش کر رہے ہیں۔

चरखा TM
CHARKHA
DEVELOPMENT COMMUNICATION NETWORK

صحت اور جانکاری سے بے خبر مُسہر کمیونٹی

پریا کھنڈیلوال، دربھنگہ، بہار



حالیہ دنوں بہار میں دلت اور مہادلت کے مسائل کافی سرخیوں میں رہے ہیں، ریاستی حکومت نے بھی مہادلتوں کے لئے 16 اسکیموں کا اعلان کیا ہے۔ لیکن سوالوں کے گھیرے میں رہنا ایسا لگتا ہے کہ ہماری حکومت کی عادت بن گئی ہے۔ ریاست کے کئی حصوں سے مہادلت کے گمبھیر مسائل ابھر کر سامنے آرہے ہیں ایسا ہی ایک علاقہ ضلع دربھنگہ کے کوڑیا برام بلاک کے نزدیک ضارا مُسہری ایک گاؤں واقع ہے جو دربھنگہ سے 75 کلومیٹر کی دوری پر ہے۔ یہ گاؤں تین ندیوں گھوں، کملا اور کوسی کے درمیان ٹاپو کی طرح بسا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 2007ء میں آئے خطرناک سیلاب سے متاثر اور انتہائی غربت کی وجہ سے وہاں کی عوام بنیادی مسائل سے دو چار ہورہی ہیں۔ جب میں نے وہاں کے دلی باشندوں سے بات کی وہ معذوری اور غربت کے شکار ہیں، ان سے گفتگو کے بعد تمام مسائل ابھر کر ہمارے سامنے آئیں، جو آج تک حکومت اور عوام کی نگاہوں سے اوجھل ہی رہے ہیں یا حکومت ان پر اپنی نگاہ ڈالنا ہی نہیں چاہتی۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان تمام موصولہ جانکاریوں کو اپنے قلم اور چرخہ ڈیولپمنٹ کمیونی کیشن نیٹ ورک دہلی کی مدد سے اپنی سرکار کے ساتھ عام ہندوستانیوں تک پہنچا سکیں۔ ضارا مُسہری گاؤں کے باشندوں کے پاس اپنا کوئی گھر تک نہیں ہے، یہ لوگ دو ندیوں کے درمیان بنائے گئے باندھ کے کنارے سرکاری زمین پر اپنا بسیرا بنا کر زندگی کے دن گزارتے ہیں اور جب سیلاب کی تیزی ہوتی ہے تو یہ لوگ اسی باندھ پر آکر اپنی زندگی کے ایام گزارتے ہیں جہاں غذا کے نام پر صرف ندی کی مچھلیاں ہی ان کا سہارا ہوتی ہیں۔ میں نے وہاں جاکر کچھ معذور بچوں سے ان کے گزر بسر سے متعلق بات کی، جن کی عمریں 5 سے 10 سال کے درمیان تھی، ان کے لئے اسکول، کتابیں اور معذوری کی اسکیمیں تو دور کی باتیں ہیں بچی بات تو یہ ہے کہ انہیں کسی طرح پیٹ بھرنے کے لئے دو وقت کا کھانا بھی نہیں مل پاتا ہے۔ ضارا میں مُسہروں کی حالت اتنی خراب ہے کہ وہاں کے بچے، بوڑھے اور جوانوں کو سیلاب کے علاوہ دنوں میں بھی صرف ایک مرتبہ ہی کھانا مل پاتا ہے۔ دوران سیلاب تو خدا ہی کو معلوم کہ ان کی زندگی کیسے گزر رہی ہے۔

دربھنگہ سے 75 کلومیٹر دوری پر رہ رہے کچھ معذور بچوں کے والدین سے (راجندر پرساد اور اگنی بیوی للوری دیوی) وغیرہ سے بات کی تو انکا کہنا تھا کہ آج تک ہمارے معذور بچوں کے لئے سرکار سے کوئی بھی راحت اور مدد نہیں ملی ہے اور نہ ہی ہمارے معذور بچوں کو ان کی معذوری کی سرٹیفکیٹ ہی مل پائی ہے یہاں تک کہ حکومت کی طرف سے آج تک نہ کوئی رکشہ ملا ہے اور نہ ہی علاج کے لئے کوئی مدد۔ اسی گاؤں کی پلو دیوی سے جب بات کی گئی تو ان کے مطابق اس گاؤں میں آج تک سرکار کی کوئی امداد نہیں مل سکی ہے، یہاں تک راشن کی دکان سے ملنے والے راشن کا کارڈ بھی نہیں بن پایا ہے، جس کی وجہ سے ہم لوگوں کو سستا راشن بھی نہیں مل پاتا ہے جس کے لئے ہم لوگوں کو مہنگی قیمت چکانی پڑتی ہے، دوسری طرف مرکزی حکومت کی جانب سے مہیا کرائی جانے والی منریگا اسکیم کا حال یہ ہے کہ ہم میں سے زیادہ تر لوگوں کے پاس جاب کارڈ نہیں ہے اور اگر کسی کے پاس ہے بھی تو کام نہیں ملتا اگر کام ملا تو وقت پر رقم نہیں ملتی۔ دوسرے مقامی باشندے کے مطابق ہمارے پاس گھر بنا کر رہنے کے لئے اپنی کوئی زمین تک نہیں ہے، ہم سرکاری زمین پر جیسے تیسے اپنے زندگی کے ایام جھیل رہے ہیں، اگر حکومت ہم لوگوں کے لئے تھوڑی سی زمین اور روزگار کا کوئی ذریعہ مہیا کرادے تو ہم لوگوں کی بھی زندگی سنور سکتی ہے۔ ایک دس سالہ پولیو سے معذور بچے گنسا گر سے بات کی تو اس کے مطابق آج تک ہماری کوئی دوا علاج نہیں ہو پائی اور نہ ہی بیساکھی ہی ملی ہے جس کے ذریعہ ہم اپنے کمزور پیروں کو سہارا دے سکیں، اگر ایک سائیکل یا



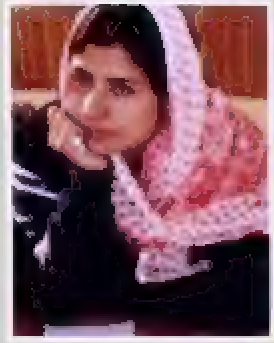
بیساکھی ہی مل جاتی تو بڑی راحت ملتی۔

گھنشیام پور کے نزدیک کرت پور، پنچایت کے تحت ضارا گاؤں میں مُسہر کمیونٹی میں رہ رہے زیادہ تر بچے معذوریت کے شکار ہیں سرکار کے علاوہ کئی غیر سرکاری تنظیموں نے بھی اس علاقے کا سروے کیا ہے، پانی میں آرسینک اور آئرنگ کی زیادتی اہم وجہ بتائی جارہی ہے۔ اس گاؤں کے تقریباً سارے بچے پولیو اور پیدائشی معذور ہیں، جبکہ اس علاقے میں کوئی بھی ہیلتھ سینٹر نہیں ہے، حالانکہ کرت پور میں ایک ہیلتھ سینٹر ہے مگر یہاں پر بھی اس کمیونٹی کے لوگوں کو نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ ریاست بہار میں مہادلتوں کیلئے اسکیموں کا انبار لگا ہوا ہے مگر سوال یہ ہے کہ اسکیمیں بنانے سے زیادہ ان کی جانکاری ان مستحقین کو فراہم کرنا ضروری ہے۔ (چرخہ فیچرس)

میں نے وہاں جاکر کچھ معذور بچوں سے ان کے گزر بسر سے متعلق بات کی، جن کی عمریں 5 سے 10 سال کے درمیان تھی، ان کے لئے اسکول، کتابیں اور معذوری کی اسکیمیں تو دور کی باتیں ہیں بچی بات تو یہ ہے کہ انہیں کسی طرح پیٹ بھرنے کے لئے دو وقت کا کھانا بھی نہیں مل پاتا ہے۔ ضارا میں مُسہروں کی حالت اتنی خراب ہے کہ وہاں کے بچے، بوڑھے اور جوانوں کو سیلاب کے علاوہ دنوں میں بھی صرف ایک مرتبہ ہی کھانا مل پاتا ہے۔ دوران سیلاب تو خدا ہی کو معلوم کہ ان کی زندگی کیسے گزر رہی ہے۔

بیواؤں! تمہاری ہمت کو میرا سلام

شگفتہ وانی، کپواڑہ، کشمیر



گزشتہ دس سالوں میں آج پہلی بار مجھ سے کسی نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ میری بیوگی کی زندگی کیسی گزر رہی ہے، میں آپ کو کیا بتاؤں؟ میرے شوہر جناب اکبر وانی کا انتقال دس سال قبل ہو گیا تھا، میرے سات بچے تھے، جن میں سے پانچ بچے غربت وافلاس اور مختلف بیماریوں کی وجہ سے خدا کو پیارے ہو گئے، جن کا غم میں برداشت نہ کر سکی اور ان کی یاد میں روتے روتے اپنی دونوں آنکھوں کی روشنی کھو چکی ہوں۔ جب میں نے ان سے یہ جاننا چاہا کہ کیا کبھی حکومت کی طرف سے آپ کی کوئی امداد کی گئی؟ تو ان کا جواب تھا کہ میری زندگی میں پہلی بار کوئی میرے حالات جاننے کے لئے آپ کی شکل میں میرے پاس آیا ہے، میں کتنی مرتبہ سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ، کپواڑہ گئی تاکہ وہاں سے مجھے کوئی مالی تعاون مل سکے، مگر تعاون تو دور کی بات ہے وہاں کوئی میرا فارم بھی بھرنے کو تیار نہ ہوا۔

درج بالا کلمات بانجی پورہ کی باشندہ محترمہ جنتی بی کے ہیں جو کشمیر کے سرحدی ضلع کپواڑہ شہر سے محض سات کلومیٹر دور مغرب میں واقع ہے جس کی آبادی وہاں کے ماسٹر جناب محمد اشرف وانی کے مطابق تقریباً 1400 کی ہے، اس گاؤں کے نمبردار جناب غلام محمد ڈار کے مطابق اس گاؤں میں تقریباً 18 بیوہ خواتین مختلف عمروں کی ہیں۔ میرا پہلا اتفاق تھا جب میں خود یہ جان کر حیران رہ گئی کہ اس آبادی میں اتنی بڑی تعداد میں یہ بیوہ خواتین اپنی مشکل ترین زندگی سے دو چار ہیں۔ آج سے قبل تو شاید میں خود بھی ان کی طرف دھیان نہیں کیا تھا، اور قریب سے ان کے مسائل کو جاننے کا سابقہ ہی نہیں پڑا تھا، یا اگر دیکھا بھی تھا تو صرف سرسری نظروں سے ہی، آج پہلی مرتبہ میں دل کی آنکھوں سے ان بے سہارا خواتین کے حالات کو دیکھ رہی تھی۔ جس کے لئے میں شکریہ ادا کرتی ہوں چرخہ ڈیولپمنٹ کمیونی کیشن نیٹ ورک اور ہیلپ فونڈیشن کا کہ جس نے کپواڑہ شہر میں ایک تین روزہ ورکشاپ 27-25 مارچ 2010 کو کرایا، اس کے دوسرے دن ہم تمام شرکا کو فیلڈ وزیٹ کے لئے بانجی پورہ اور تین گاؤں لے جایا گیا۔ جہاں میں نے ان خواتین کی پریشانیوں کو نزدیک سے دیکھنے کی کوشش کی، اور طے کیا کہ ان کی پریشانی کو میں اپنی حکومت کے حکام تک ضرور پہنچاؤں گی۔ حالانکہ میں کوئی پیشہ ور قلم کار نہیں ہوں، مگر ان بیواؤں کی درد بھری داستان اور چرخہ کے ذریعہ دی گئی تربیت نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں ان کے لئے جو کر سکتی ہوں وہ کروں۔ بہرکیف اسی بانجی پورہ گاؤں کی دوسری خاتون محترمہ شہمالی بھی ہیں جن کے شوہر جناب رمضان ڈار کا انتقال چھ سال قبل ہو گیا ہے، ان کے مطابق ان کے چھ بچے ہیں ان میں سے صرف ایک لڑکا مزدوری کرتا ہے، مگر وہ خود شادی شدہ ہے اور اپنے بچوں کا خرچ کسی طرح چلا پاتا ہے۔ اس کی ایک معذور چار سالہ بچی بھی ہے جس کی دیکھ بھال بھی ہم کو کرنی پڑتی ہے۔ مجھ پر اپنے کنبہ کی پوری ذمہ داری ہے، جس کو کسی طرح سے نبھا رہی ہوں۔ شہمالی مزید کہتی ہیں کہ آج تک حکومت کی جانب سے مجھے اور نہ ہمارے بچوں کی کوئی مدد کی گئی، ہاں، ہیلپ فونڈیشن (ایک غیر سرکاری تنظیم) نے مجھے ایک گائے ضرور دیا ہے جس کی خدمت کرتی ہوں اور اسی سے ہمارے خاندان کا خرچ چلتا ہے، ہماری ساری ملکیت اور ذریعہ معاش بس یہی ایک گائے ہے۔ آج تک نہ کسی سرکاری بندے نے ہماری مدد کی، اور نہ کوئی اسکیم ہی مجھ بیوہ اور ہماری معذور بچی کو ملی ہے۔ کیا ہم لوگوں کو زندگی گزارنے کا حق نہیں ہے؟ کیا ہماری حکومت میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے؟۔

میں اپنے قاری کو ایسی کتنی بیوہ خواتین کی داستان سناؤں جو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحات کو کس پریشانی میں گزارتی ہیں، ان پر دن رات



کیسے بوجھ بن جاتے ہیں اس کا اندازہ آپ تمام حضرات کو درج بالا چند بیوہ خواتین کی گفتگو سے بخوبی ہو چکا ہوگا، اللہ تعالیٰ دشمنوں کو بھی ایسے دن نہ دکھائے کہ کسی خاندان کا فرد واحد کمانے والا دنیا چھوڑ کر چلا جائے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہماری حکومتوں کو کیا ہو گیا ہے کہ صرف بڑے بڑے اعلانات اور کاغذی اسکیموں تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھتی ہیں، واضح ہو کہ کشمیر میں حکومت کی جانب سے یتیموں اور بیواؤں کے لئے بہت سی اسکیمیں مختلف ناموں سے چلائی جا رہی ہیں، جس سے مستحقین بے خبر ہیں۔ کیا حکومت اپنے اہل کاروں کو اس بات کی ہدایت نہیں کر سکتی کہ خود گاؤں میں جا کر ایسی خواتین کی شناخت کے بعد ان کو فوری امداد پہنچائی جائے؟۔ کیا انسانی تقاضہ یہ نہیں ہے کہ ان کی مدد کر کے ان کو بھی انسانی حقوق سے فیضیاب کیا جائے؟۔ حکومت کی بے رخی اور ان بیواؤں کے تکلیف دہ حالات اور ہمت دیکھ کر بے ساختہ زبان پر آتا ہے کہ "بیواؤں تمہاری ہمت کو میرا سلام"

(چرخہ فیچرس)

میں نے ان خواتین کی پریشانیوں کو نزدیک سے دیکھنے کی کوشش کی، اور طے کیا کہ ان کی پریشانی کو میں اپنی حکومت کے حکام تک ضرور پہنچاؤں گی۔ حالانکہ میں کوئی پیشہ ور قلم کار نہیں ہوں۔ مگر ان بیواؤں کی درد بھری داستان اور چرخہ کے ذریعہ دی گئی تربیت نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں ان کے لئے جو کر سکتی ہوں وہ کروں

لداخ میں ماحولیات کے ساتھ مذاق



محمد اقبال، لداخ، جموں وکشمیر

دنیا بھر میں ہونے والے لگاتار اور نامناسب ترقیاتی کاموں کے سبب لداخ جیسے دور دراز اور حسین قدرتی مناظر والے مقامات پر بھی آلودگی کے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ تقریباً 25 برس پہلے تک، ہر موسم اپنے وقت اور اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ آیا جایا کرتے تھے مگر اب لداخ کے موسموں میں وہ بات نہیں۔ یہ اپنے قدرتی وقت پر نہیں آتے۔ شدید گرمی کے سبب لداخ میں گلیشیر بہت کم وقت میں بڑی تیزی سے پگھل رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں قدرت کا اصول تحت پانی ضائع ہو جاتا ہے جس کے سبب وہاں گھاس بھی پیدا نہیں ہوتی۔ پہاڑوں پر گھاس پھوس کی عدم دستیابی کے سبب جنگلی جانور خوراک کی تلاش میں انسانی بستیوں کا رخ کرتے ہیں۔ گزشتہ چند برسوں میں اس طرح کے کئی واقعات دیکھنے کو ملے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آئندہ 10 برسوں تک اگر موسم میں یہی بے ترتیبی رہی تو نایاب اقسام کے جانوروں کے ختم ہونے کا خطرہ بڑھ جائے گا کیونکہ اس علاقے کے جانور زیادہ گرمی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس کے سب سے بہترین مثال پشمینہ بکریاں ہیں، جن کے بالوں سے سب سے قیمتی شال بنایا جاتا ہے۔ ان بکریوں سے زیادہ مقدار میں پشمینہ حاصل کرنے کے لئے انہیں زیادہ دیر تک سرد حالت میں رکھنا بہت ضروری ہے۔ پہلے لیہ کے علاقوں میں آلودگی پڑوس کے ترقی یافتہ خطوں جیسے سری نگر وغیرہ سے آیا کرتی تھی مگر اب تو ہم لداخی ہی اپنے حالات کو مزید خراب کرنے کے درپے ہیں۔ آج لیہ میں گاڑیوں کی تعداد میں تشویشناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے۔ ہماری فوج بھی لداخ میں اس شرمناک حالت کو مزید خراب کرنے میں اپنا تعاون دے رہی ہے۔ اس کی سیکڑوں گاڑیاں اس خطے میں چلتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر بھی استعمال کرتی ہے۔ سیاحت کے سیزن میں سیاحوں کے ذریعے استعمال کی جانے والی پانی کی خالی بوتلیں، کول ڈرنکس کے ڈبے، کھانے پینے کی اشیا کی تھیلیاں ایک مخصوص علاقے میں پھینک دی جاتی ہیں جس کے سبب بڑی گندگی پیدا ہوتی ہے مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ انہی چیزوں کو ہم دور سردی کے موسم میں سردی سے بچنے کے لئے جلاتے ہیں جس کے سبب آلودگی مزید بڑھ جاتی ہے۔ شہری علاقے میں عوامی بیت الخلاء کی کمی کے سبب لوگ اپنی حاجت گھر سے باہر کھلی جگہ میں پوری کرنے کے لئے مجبور ہیں جس کے سبب فضا میں آلودگی کے علاوہ بدبو بھی پھیلتی ہے اور اس سے ہر قسم کی بیماریاں پھیلنے کا خدشہ رہتا ہے۔ زیادہ تر لوگ اپنے گندے کپڑے اور گاڑیاں قدرتی آبی ذخائر، تالاب، جھرنے وغیرہ میں ہی دھوتے ہیں جو اس لداخی کہاوت کے قطعی خلاف ہے "اے وا ماٹ میت، توکھ پے چھاں کال میت" یعنی جس طرح ماں کا دودھ بیماریوں سے پاک ہوتا ہے، اسی طرح بہتا ہوا پانی بھی جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔

لیہ صوتی آلودگی کے مسئلہ سے بھی دوچار ہے۔ آج لیہ میں پی اے ایس (لوگوں سے خطاب کرنے والا نظام)، تیز بجنے والا میوزک سسٹم، ہیڈ فون، آئی پوڈ وغیرہ سے زبردست آوازیں پیدا ہوتی ہیں اور ان کے نتائج خطرناک ہو سکتے ہیں۔ پہلے ہم لداخی خوشیوں کے موقع پر روایتی دمن (ڈھول) اور سورنا (بانسری) بجایا کرتے تھے مگر آج ایسے موقعوں پر ہاتھوں پر کسی ہتھوڑے کی مانند ضرب کرنے والا میوزک سسٹم بجایا جاتا ہے اور اس کے سبب صوتی ماحول آلودہ ہوتا ہے جس کے نتائج خراب ہو سکتے ہیں۔ لداخ میں پہلے لوگوں کو سگریٹ اور بیڑی کا استعمال کرتے ہوئے شاذ و نادر ہی دیکھا جاتا تھا مگر اب سگریٹ نوشی عام بات ہو چکی ہے۔ لوگ ہر جگہ سگریٹ نوشی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے سبب بھی آلودگی کا مسئلہ پیدا ہو رہا ہے اور یہ صحت کے لئے بھی مضر ہے۔ شاید ہم لداخی اپنی روایتی رہن سہن بھول کر سیاحوں کی زندگی سے متاثر ہو کر ان کی نقلیں اتار رہے ہیں جو کافی خطرناک ہے۔ (چرخہ فیچرس)



نوٹ: قلم کار لداخ میں معذوروں کے لئے ایک تنظیم "PAGIR" کے نام سے چلاتے ہیں جس کے تمام ممبران معذور ہیں جب کہ پاگیر کے صدر اور ہمارے قلم کار محمد اقبال خود 98 فیصد معذور ہیں۔ باوجود اپنی معذوری کے یہ اپنے منہ سے تمام کام انجام دے لیتے ہیں یہاں تک موبائل فون اور کمپیوٹر بھی آسانی سے استعمال کر سکتے ہیں، جیسا کہ آپ تصویر میں دیکھ سکتے ہیں۔ لکھتے وقت یہ اپنے منہ میں قلم ڈال کر اردو میں اچھی تحریر کے ساتھ مضامین لکھتے ہیں۔ اس لئے چرخہ نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انہیں سات دسمبر 2010 کو اپنے سالانہ پروگرام کے موقع پر "سنجے گھوش نیشنل میڈیا ایوارڈ 2010-11" سے نوازا ہے۔ درج بالا مضمون بھی اسی کا ایک حصہ ہے۔

شکریہ
ایڈیٹر اردو

محمد اقبال اپنے
موبائل فون سے کسی
کا نمبر ملاتے ہوئے۔

चरखा CHARKHA™
DEVELOPMENT COMMUNICATION NETWORK

Quarterly
Rural Voices
July - September 2011

Price Rs. 5/-

ایک ملاقات دیہی قلم کاروں کے ساتھ

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ چرخہ ہندوستان کے دیہی علاقوں میں اپنا کام کرتی ہے اور وہاں کے نوجوانوں میں تحریری صلاحیت پیدا کرتی ہے تاکہ وہ اپنے علاقوں کے حاشیہ نشینوں کی آواز بن کر چرخہ کے ذریعہ ملک کے رہنماؤں پالیسی میکروں تک ان کے مسائل پہنچا سکیں اور پالیسی میکروں کے ذریعہ بنائی گئی اسکیموں کو حاشیہ نشینوں تک پہنچا کر ان کی زندگی کو بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہو سکیں۔ ایسے ہی بہار اور کشمیر سے دو قلم کار اپنے تجربات آپ سے شامل کر رہے ہیں۔



میرا نام شگفتہ ہے میں کشمیر کے سرحدی ضلع کپواڑہ کی وادی لولاب کے ایک گاؤں ترہگام سے ہوں۔ میں اسی گاؤں میں واقع پرائیویٹ اسکول میں ٹیچر ہوں۔ جب ہمارے اسکول کے ڈائریکٹر نے ہمیں بتایا کہ دہلی سے چرخہ کی ایک ٹیم آنے والی ہے جو میڈیا کے ساتھ کام کرتی ہے اور نوجوانوں کو مضامین لکھنے کی تربیت دیتی ہے تو مجھے لگا جیسے میری دلی خواہش پوری ہو گئی ہو کیونکہ میں پہلے لکھنا چاہتی تھی مگر کیسے لکھا جائے معلوم نہ تھا چنانچہ میں نے اس ورکشاپ میں شرکت کے لئے اپنے اسکول میں درخواست دی جس کو منظوری بھی مل گئی اور میں نے مارچ 2010 میں ہوئی ورکشاپ میں شرکت کی۔ اسی دوران ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملا یہاں تک کہ میں فیلڈ وزٹ کے دوران کچھ دوستوں کے ساتھ ایک گاؤں "ہاشی پورہ" گئی جہاں پر میں نے وہاں کی بیواؤں سے بات کرنے کے بعد ایک مضمون "بیوائیں، اسلام" لکھا جب میں نے یہ مضمون چرخہ کے انیس صاحب کو دیتے ہوئے کہا کہ یہ میرا پہلا مضمون ہے اور مجھے لگتا ہے کہ آپ اسے ڈسٹبن میں ڈال دیں گے انہوں نے کہا نہیں ہم اسے شائع کروا دیں گے۔ لیکن میں بہت خوش تھی کہ میں نے اپنے حصے کا کام کر دیا ہے اور ان بیواؤں کی بے زبان آواز کو قلم کی زبان دے دی ہے۔ چنانچہ جون 2010 کو انیس صاحب کا دہلی سے فون آیا کہ آپ کا مضمون سرینگر کے مشہور اخبار "چٹان" میں شائع ہوا ہے تو مجھے بے انتہا خوشی ہوئی اور میں نے فوراً اخبار منگوا کر دیکھا اس میں میری تصویر بھی لگی ہوئی تھی۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ میرا نام بھی اخبار میں قلم کار کے طور پر آ سکتا ہے مگر یہ حقیقت تھی اپنے تمام دوستوں اور رشتہ داروں کو دکھایا کرتی جواب میں لوگ میری تعریف کرتے تو بہت اچھا لگتا تھا اسی دوران فروری 2011 کو انیس صاحب کا پھر سے فون آیا انہوں نے کہا کہ آپ کو آپ کے مضمون کے لئے میڈیا ایوارڈ کے لئے منتخب کیا گیا ہے میری خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مجھے کتنی خوشی ہوئی ہوگی۔ میں ایوارڈ لینے دہلی جانا چاہتی تھی مگر کچھ مصروفیات کی وجہ سے نہ جا سکی۔ یہاں تک کہ 17 مارچ 2011 کو مجھے یہ ایوارڈ سرینگر کے مشہور شاعر جناب غلام رسول ... کے ہاتھوں چرخہ نے دلوایا جس کے لئے میں کن الفاظ میں ان کا شکریہ ادا کروں مجھے سمجھ میں نہیں آتا۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ اس ایوارڈ میں چرخہ کی محنت کے ساتھ ان بیواؤں کی بھی دعائیں شامل ہیں جن کی میں نے اپنے قلم سے ترجمانی کی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں فیلڈ وزٹ کے دوران ہاشی پورہ گاؤں گئی تھی تو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا یہاں تک کہ مجھے محسوس ہوا کہ آج سماج کے لوگ کسی کی مدد تو نہیں کرتے اور اگر کوئی کرنا چاہتا ہے تو لوگ اس کی مخالفت کرنے لگتے ہیں۔





بہار کے سیلاب زدہ علاقہ دربھنگہ شہر میں چرخہ کے ذریعہ ایک ورکشاپ کا انعقاد فروری 2009 میں کیا گیا تھا جس میں میں نے بھی شرکت کی تھی اس ورکشاپ کے بعد میں نے لکھنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں پٹنہ، رانچی اور دہلی سے شائع ہونے والے روزنامہ اخبار "فاروقی تنظیم" کے لئے مستقل طور پر اپنے بلاک "کیوٹی" سے نامہ نگار کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں اس کے علاوہ گزشتہ چھ ماہ سے راشٹریہ سہارا ہندی، پٹنہ کے لئے بھی میں اپنا مستقل تعاون دے رہا ہوں۔ وقتاً فوقتاً ہمارے مضامین ملک کے دوسرے اخبارات و جرائد میں چرخہ کی وجہ سے فیچر کی شکل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس سے قبل میڈیا ہمارے لئے بالکل نئی چیز تھی، چرخہ کے ذریعہ دی گئی تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ میں اس لائق بن سکا ہوں کہ ساتھ میں اپنے علاقہ کے لئے ایک وال میگزین بھی نکالتا ہوں جس میں حکومت کی اسکیموں کو مقامی لوگوں کی ضرورت کے مطابق جگہ دیتا ہوں۔ اور ان کے مسائل کو اپنے اخبارات کے ذریعہ حکومت تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں چرخہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں عوام کا درد سمجھنے اور اس کا حل تلاش کرنے کی صلاحیت پیدا کر دی۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں اپنے گاؤں میں لڑکیوں کے لئے کڑھائی اور سلائی کا پروگرام بھی چلا رہا ہوں۔

[illegible]

09709157141

CHARKHA DEVELOPMENT COMMUNICATION NETWORK
D-1947, Palam Vihar, Gurgaon-122017, Haryana, Telefax : +91-124-4079082, 4072638
Email : charkha@bol.net.in, website : www.charkha.org